© rasailojaraid.com

تہذیب و ثقافت

حافظ مبشر حسین لاہوری

بسنت اور ویلنٹائن ڈے ...... شرعی نقطہ نظر

بسنت اور ویلنٹائن ڈے؛ حامی اور مخالف نقطہ ہائے نظر

موسم بہار کی آمد پر پاکستان میں بسنت میلہ، جشنِ بہاراں، پتنگ بازی، ویلنٹائن ڈے وغیرہ کے نام سے تہوار منائے جاتے ہیں۔ یہ تہوار کب، کیسے اور کیوں شروع ہوئے اور اسلامی نقطہ نظر سے ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں بنیادی طور پر دو نقطہ ہائے نظر ہیں: ایک مذہبی اور دوسرا سیکولر ...... سیکولر طبقہ کی حقیقت ہلڑبازوں اور لفنگوں کے کردار سے سامنے آجاتی ہے۔ لہٰذا ہم پہلے دونوں نقطہ نظر بیان کریں گے، پھر سیکولر طبقہ کا عملی مظہر دکھائیں گے اور اس کے بعد شریعت کی روشنی میں اپنا تجزیہ پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

مذہبی نقطہ نظر

مذہبی گروہ کا کہنا ہے کہ تہوار اور میلے ہر قوم کی اپنی مذہبی و ثقافتی اقدار و نظریات کے ترجمان ہوتے ہیں اور اسلام چونکہ ایک الگ مستقل الہامی دین ہے اس لیے اس کی اپنی روایات واقدار ہیں جن کی نمائندگی کے لئے خود اسلام کے پیغامبر حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی اُمت کے لئے دو تہوار (یعنی عیدالاضحیٰ و عیدالفطر) مقرر کردیے ہیں اور ان تہواروں پر خوشی، تفریح اور اظہارِ جذبات کی حدود بھی عملی طور پر طے کردی ہیں جب کہ اس سے پہلے دورِ جاہلیت میں مروّج دیگر تہواروں اور میلوں پر یکسر خطِ تنسیخ پھیر دیا۔ چنانچہ حضرت انس ؓ بن مالک سے مروی ہے کہ دورِ جاہلیت میں مدینہ کے لوگ سال میں دو تہوار منایا کرتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو (صحابہ کرام ؓ سے) فرمایا:

«وقد أبدلكم الله بهما خيرا منهما: يوم الفطر ويوم الأضحى» (صحیح سنن نسائی:۱۴۶۵)

”اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں تہواروں کے بدلہ میں دو اور تہوار عطا کردیئے ہیں جو ان سے بہتر ہیں اور وہ ہیں: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔“

© rasailojaraid.com

لہٰذا اب کسی نئے یا پہلے سے مروّج غیر مسلموں کے تہوار کو اسلام میں داخل کرنا یا از خود کوئی تہوار مقرر کرلینا نہ صرف جائز نہیں بلکہ دین میں اضافہ (یعنی بدعت جاری) کرلینے کے مترادف ہے جبکہ دوسری طرف عیدین کی شکل میں جو دو تہوار ہمارے لئے آنحضرت ﷺ نے مقرر فرما دیے ہیں ان میں بھی خوشی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کسی ایسے اقدام کی اجازت نہیں جو اسلامی اقدار کے منافی یا اسلامی روح کے خلاف ہو خواہ وہ اسراف و تبذیر کی صورت میں ہو یا بے ہودگی اور جنسی بے راہ روی کی شکل میں!

اس پس منظر میں مذہبی گروہ کا کہنا ہے کہ 'بسنت' ہندوانہ تہوار ہے جبکہ 'ویلنٹائن ڈے' جنسی بے راہ روی میں ڈوبے عیسائی معاشرے کا من گھڑت تہوار ہے لہٰذا انہیں منانا غیر مسلم اقوام کی مشابہت کرنا ہے خواہ اسے منانے کی شکل من و عن وہی ہو جو اُن اقوام کے ہاں پائی جاتی ہے یا اس سے قدرے مختلف؛ بہرصورت یہ غیر مسلم اقوام کی مشابہت میں داخل ہے، جس کی وعید خود نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے:

«من تشبہ بقوم فھو منھم» (ابوداود:۴۰۳۱)

"جس نے کسی (غیر) قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔"

سیکولر نقطہ نظر

بسنت اور ویلنٹائن ڈے کے بارے میں سیکولر اور آزاد خیال دانشور طبقہ کی رائے یہ ہے کہ بسنت مذہبی نہیں بلکہ علاقائی تہوار ہے اور ویلنٹائن ڈے خوشیاں اور محبتیں بانٹنے کا دن۔ اسلام علاقائی تہواروں کی مذمت نہیں کرتا بلکہ "ہر خطے کے کلچر کو اپنے دامن میں سمو لینے کی صلاحیت رکھتا ہے، سوائے ان باتوں کے جن سے انسان کے اخلاقی وجود کو کوئی عارضہ ہو سکتا ہے۔" (بسنت کا مسئلہ، از خورشید ندیم، روزنامہ جنگ، ۱۶/ فروری ۲۰۰۴ئ)

یہی بات ایک اور 'دانشور' نے اس انداز میں کہی ہے:

"موسم بہار کا تہوار منانے میں کیا خرابی ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اسلام نے مقامی رسوم و رواج کو کبھی پامال کیا اور نہ معصوم مسرتوں کو روندا۔ صرف یہ کہ قرینہ باوقار اور شائستہ ہونا چاہیے۔ ہم مدینہ کے ایک خاندان کو دیکھتے ہیں جہاں دو سو سال تک ایک دل آویز رسم جاری رہی۔ ہر صبح اور ہر شام ایک پکارنے والا پکار کر کہتا: جسے گوشت، روغن اور لذیذ کھانا درکار ہو ہمارے ہاں چلا آئے۔ سرکار ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ گھرانا مسلمان ہوا اور رسم جاری رہی۔

© rasailojaraid.com

ایک روایت کے مطابق دس روز تک خود آنجناب ﷺ کے لئے اس گھر سے کھانا بھیجا گیا۔ [1]

بسنت کی حمایت کرنے والوں نے جب یہ کہا کہ تہوار اس قوم کی ضرورت ہیں تو انہوں نے سچ کہا۔ قدم قدم پر اس سماج میں رکاوٹیں ہیں۔ صحت مند تفریحات کا اہتمام نہیں۔ لوگوں کی روزمرہ زندگیاں پھیکی اور بدمزہ ہی نہیں بلکہ بوجھل اور مجروح ہو چکیں......"

(بسنت، کالم نگار ہارون الرشید، روزنامہ جنگ، ۲۱/ فروری ۲۰۰۴ء)

علاقائی تہواروں کو اسلام کے دامن میں سمونے کی ایک اور دلیل موصوف نے یہ بھی دی ہے

"ایران میں اشاعتِ اسلام کے بعد بھی نوروز کا تہوار منایا جاتا۔ علما اس کی حوصلہ افزائی تو نہ کرتے تھے لیکن کچھ زیادہ حوصلہ شکنی بھی نہیں۔ ہم صوفیوں کے ایک گروہ کو ان تقریبات میں شریک دیکھتے ہیں۔ بارہ سو برس ہوتے ہیں، دشت سوس کے ایک گاؤں میں احمد اپنے مرشد حسین بن منصور حلاج کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آمدِ بہار کی مبارکباد پیش کرے۔ حسین نے جنہیں شہادت کے رتبے پر فائز ہونا اور آنے والی تمام صدیوں میں ایک مہکتا ہوا استعارہ بننا تھا، سر اُٹھا کر اسے دیکھا اور یہ کہا: "میرا نوروز ابھی نہیں آیا......" [2] (ایضاً)

سیکولر طبقہ کی نمائندگی کرنے والوں کا کہنا ہے:

"یہ صحیح ہے کہ بسنت کے تہوار کے ساتھ بھی بہت سی خرابیاں وابستہ ہو گئی ہیں، ضرورت ہے کہ ان خرابیوں کی اصلاح ہو، لیکن اس کا یہ طریقہ نہیں کہ ہم بسنت ہی کو غیر اسلامی ثابت کرنے کے لئے دلائل تراشنے لگیں یا اسے غیر مسلم قوم سے متعلق قرار دیں۔ اس کا صحیح طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم لوگوں کو مسلسل متوجہ کرتے رہیں کہ کیسے وہ اس تفریح سے زیادہ سے زیادہ حظ اٹھا سکتے ہیں اور کیسے خرابیوں سے بچ سکتے ہیں جن کے نتیجے میں انسانی جان بھی جا سکتی ہے۔" ('بسنت کا مسئلہ' از خورشید ندیم، روزنامہ جنگ، ۱۶/ فروری ۲۰۰۴ء)

ویلنٹائن ڈے کے حوالہ سے اس طبقہ فکر کی رائے یہ ہے:

---

① یہ سخاوت اور انسان دوستی کی اعلیٰ قدر کی مثال ہے اسے لہو ولعب کی بے مقصد رسموں سے آخر کیا نسبت؟ کہاں اعلیٰ کردار کا نمونہ اور کہاں سفلی جذبات کا کھیل! ع چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک!

② غالی صوفی حسین بن منصور حلاج کا کردار اہل علم کے ہاں کتنا قابل قدر ہے کہ اس کو نمونہ کے طور پر پیش کیا جائے؟ اہل علم اس سے بخوبی آگاہ ہیں!!

③ ہمیں خاوند بیوی کی محبت پر اعتراض نہیں، یقیناً یہ پسندیدہ عمل ہے لیکن اظہار محبت کے طور طریقوں کے لئے نام نہاد 'ویلنٹائن ڈے' کا انتخاب ٹھیک نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''اس روز اگر خاوند اپنی بیوی کو از راہِ محبت پھول پیش کرے یا بیوی اپنے سرتاج کے سامنے چند محبت آمیز کلمات کہہ لے تو اس میں آخر حرج کیا ہے؟'' (۳)

لفنگوں اور اوباشوں کا رویہ

بسنت اور ویلنٹائن ڈے کے حوالہ سے اوباش طبقہ کا کردار سیکولر سوچ کی عکاسی کرتا ہے کیونکہ یہ تہوار دراصل اسی طبقہ کے لوگ مناتے ہیں جب کہ ان من چلوں کی تائید کے لئے سیکولر طبقہ نام نہاد دانشوری پر اتر آتا ہے۔ مزید برآں مغربی تہذیب کی دلدادہ این جی اوز اسلام کے خلاف سازش کے طور پر ان کے ساتھ نہ صرف شریک ہوتی ہیں بلکہ ان کی تفریح میں لہوولعب اور شوروغل کو مہمیز دیتی ہیں تاکہ ایسی تفریح کے پردہ میں غیر اسلامی کلچر کو پروان چڑھانے کے مواقع پیدا کئے جاسکیں۔

یہ طبقہ کن لوگوں پر مشتمل ہے؟ اور یہ تہوار کس 'شان و شوکت' سے منایا جاتا ہے؟ اس کا مشاہدہ تو بسنت کے شب و روز میں لاہور اور دیگر بڑے شہروں کی پررونق عمارتوں اور وڈیروں کی کوٹھیوں بلکہ 'کوٹھوں' پر کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کا دھندلا سا عکس متعلقہ دنوں کے اخبارات اور میگزینوں کے صفحات پر بھی دکھائی دیتا ہے۔

مذکورہ تہوار منانے والا اصلی طبقہ تو یہی ہے اور یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ کوئی ان کی عیاشی ودلربائی میں رکاوٹ بنے۔ انہیں اپنے تہوار کے لئے چند دن ہی درکار ہیں، اس کے علاوہ باقی سارا سال پتنگ بازی پر پابندی رہے، اس سے انہیں کوئی غرض نہیں لیکن ان کی تفریح کے خاص ایام کو پھیکا کرنے کی کوئی کوشش ہو تو یہ فوراً حقِ آزادی، تفریحِ طبع وغیرہ کا وِرد کرنے لگتے ہیں اور میڈیا بھی ان کی ہم نوائی میں خم ٹھونک کر کھڑا ہوجاتا ہے جبکہ 'سرکار' کے لئے پہلے ہی خوشی کے چند لمحات محفوظ کردیئے جاتے ہیں، اس لئے ان کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور ان کی طرف بڑھنے والا ہر قدم روک دیا جاتا ہے لہٰذا انہی کا پلڑا بالآخر بھاری ثابت ہوتا ہے۔

تجزیہ و تاریخی پس منظر

بسنت، پتنگ بازی اور ویلنٹائن ڈے کے حامیوں اور مخالفوں کے دلائل وآرا کے تجزیہ کے علاوہ صحیح نقطہ نظر کی توضیح کے لئے ضروری ہے کہ مذکورہ تہواروں کا تاریخی پس منظر بھی بیان کردیا جائے۔

پتنگ سازی اور پتنگ بازی

پتنگ سازی اور پتنگ بازی کا آغاز کب اور کس مقصد کے لئے ہوا؟ اس کے بارے میں

© rasailojaraid.com

مختلف آرا پائی جاتی ہیں، تاہم معروف یہی ہے کہ پتنگ سازی کا آغاز ہزاروں سال قبل مسیح چین سے ہوا پھر چینی تاجروں نے اسے کوریا، ایشیا اور برصغیر میں متعارف کروایا اور آج بھی پتنگ سازی کی صنعت میں چین ہی سب سے آگے ہے۔ باقی رہا پتنگ بازی کا مسئلہ تو یہ مختلف مقاصد کے لئے کی جاتی رہی ہے، مثلاً:

① تفریح طبع، کھیل تماشہ اور مقابلہ بازی کے لئے اور آج بھی دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی پتنگ بازی ہوتی ہے، عام طور پر اس میں کھیل ہی کی نیت کارفرما ہوتی ہے۔

② پیغام رسانی کے لئے: کہا جاتا ہے کہ جنگ ِعظیم اوّل میں برطانوی، فرانسیسی، اٹالین اور روسی افواج نے دشمن کی نقل و حرکت کا اندازہ لگانے اور اپنی افواج کو سگنلز دینے کے لئے پتنگ بازی سے کام لیا تاہم ہوائی جہاز کی ایجاد اور افواج میں فضائیہ کا شعبہ قائم ہوجانے کے بعد پتنگ باز فوجی یونٹس کو ختم کردیا گیا۔ اسی طرح محبوب اپنی محبوبہ کو پیغام پہنچانے کے لئے پتنگ بازی سے فائدہ اُٹھاتا۔

③ دیگر فوجی مقاصد کے لئے: کہا جاتا ہے کہ چین کے ایک جنرل ہان ہنسن نے پتنگ اُڑا کر جائزہ لیا کہ اس کے فوجیوں کو شہر کے اندر پہنچنے کے لئے کتنی لمبی سرنگ کھودنا پڑے گی۔ یہ فاصلہ معلوم کرنے کے بعد وہ سرنگ کھود کر شہر کے اندر داخل ہوگیا اور دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔

④ سائنسی مقاصد کے لئے: پتنگ بازی کو سائنس دانوں نے بھی اپنی ایجادات کے تجربات میں استعمال کیا۔ ہوائی جہاز کی ایجاد کو بھی پتنگ بازی کی مرہونِ منت قرار دیا جاتا ہے۔ بنجمن فرینکلن، جس نے ۱۷۵۲ء میں بجلی ایجاد کی، نے آسمانی بجلی اور لیبارٹری میں پیدا ہونے والی بجلی کا موازنہ کرنے کے لئے پتنگ بازی کا استعمال کیا۔ الیگزینڈر گراہم بیل نے ہوا کی رفتار، بیرومیٹر کا پریشر اور ہوا میں نمی جاننے کے لئے مسلسل ۴۰ سال تک پتنگوں کے تجربات کئے۔ ۱۷۴۹ء کو سکاٹ لینڈ میں الیگزینڈر ولسن نے موسمی درجہ حرارت ریکارڈ کرنے کے لئے پتنگ کے ساتھ تھرما میٹر باندھ کر اُڑایا۔ اسی طرح ہرگریو نے ۱۸۹۳ء میں چوکور ساخت کی پتنگیں اس مقصد کے لئے ایجاد کیں جو فوراً ہی دنیا بھر میں ہوا کا دباؤ معلوم کرنے کے لئے مقبول ہوگئیں۔

⑤ مذہبی مقاصد کے لئے: جس طرح پتنگ بازی کو دیگر مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا اسی

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

طرح اسے مذہبی مقاصد کے لئے بھی اختیار کیا گیا۔ مثلاً چین ہی کے لوگ توہم پرستی کے پیش نظر مختلف ساخت اور مختلف رنگوں کے پتنگ اپنے مذہبی دیوتاؤں کو مختلف پیغام پہنچانے کے لئے اُڑانے لگے۔ اسی طرح جاپان اور کوریا کے لوگوں نے اس توہم پرستی میں پتنگ بازی کو اختیار کیا کہ اس سے بدروحیں بھاگتی اور فصلیں زیادہ پیداوار دیتی ہیں۔ نیپال کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ پتنگوں سے دیوتاؤں کو یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ اب زمین پر بارش کی ضرورت نہیں۔ ہندو اور بدھ مت کے پیروکار پتنگ بازی کے تہوار کو 'درگادیوی' سے منسوب کرتے ہیں۔ درگادیوی کو ان کے ہاں ایسی دیوی ماما تا خیال کیا جاتا ہے جو دُکھی انسانیت کو برائیوں کے چنگل سے چھڑاتی ہے۔ اسی طرح لاہور میں 'بابا گڈی سائیں' کے نام سے ایک دربار ہے جو شاہی قلعہ کے عقبی گیٹ کے بالکل سامنے واقع ہے۔ اس کا نام 'گڈی سائیں' اس لئے معروف ہوا کہ لوگوں کے بقول باباجی پتنگ اُڑا کر ان کی مشکلات دور کردیا کرتے تھے اور لوگ بھی پتنگیں اور ڈوریں انہیں بطورِ نذرانہ پیش کرتے۔

یہ تو تھی پتنگ سازی اور پتنگ بازی کی مختصر تاریخ، اب آیئے 'بسنت' کا جائزہ لیتے ہیں:

'بسنت' ہندوانہ مذہبی تہوار

جن خطوں میں موسمی تغیرات 'بہار' کی فضا مہیا کرتے ہیں، وہاں عام طور پر خوشی اور تفریح کے لئے لوگ اپنے اپنے انداز میں جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً ایران میں موسم بہار کی آمد پر نو دن طویل جشن منایا جاتا ہے جسے 'نوروز' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں 'درگادیوی' کو خوش کرنے کے لئے بسنت کا تہوار منایا جاتا جیسا کہ البیرونی ہندوستان کی علاقائی تاریخ پر اپنی مستند تصنیف 'کتاب الہند' باب ۷۶ میں 'عیدین اور خوشی کے دن' کے عنوان کے تحت ہندوستان میں منائے جانے والے مختلف مذہبی تہواروں کا ذکر کرتے ہوئی لکھتی ہیں:

> ”اسی مہینہ میں استوائے ربیعی ہوتا ہے جس کا نام 'بسنت' ہے۔ اسکے حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھلاتے ہیں، دیوتاؤں کی نذر چڑھاتے ہیں“

گویا بسنت ہندوؤں کا مذہبی تہوار تھا بلکہ اس کی اہمیت ان کے ہاں 'عید' سے کم نہ تھی۔

بسنت اور پتنگ بازی کا گٹھ

بسنت اور پتنگ بازی کے پس منظر سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ بسنت ہندوؤں کا

© rasailojaraid.com

ایک مذہبی تہوار تھا جب کہ پتنگ کو کھیل و تفریح کے علاوہ اگرچہ سائنسی تجربات، عسکری مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور مذہبی توہمات کے تحت بھی اسے اُڑایا جاتا تھا۔ یعنی یہ دو الگ الگ چیزیں تھیں، پھر ان کا اختلاط کیسے ہوا؟ اس کا پس منظر بڑا دل خراش ہے جو اُمتِ مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف اوّل میں متحدہ پنجاب مسلمانوں کے زیر نگیں تھا کہ سیالکوٹ کے ایک کھتری (ہندو) کا سترہ سالہ لڑکا 'حقیقت رائے باغ مل پوری' مسلمانوں کے ایک سکول میں زیر تعلیم تھا۔ وہاں کسی موقع پر اس نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ اور سیدہ فاطمہ الزہرا ؓ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ اس توہین پر حقیقت رائے کو گرفتار کرکے عدالتی کارروائی کے لئے لاہور بھیجا گیا۔ وہاں اس نے اقرارِ جرم کرلیا۔ لہٰذا لاہور کے مسلمان گورنر زکریا خان کے حکم پر اسے پھانسی دے دی گئی۔ یہ ۱۷۳۴ء یا ۱۷۳۷ء کا واقعہ ہے۔ اس پر نہ صرف ہندو آبادی کو شدید دھچکا لگا بلکہ سکھوں نے بھی اس غم میں برابر کی شرکت کی کیونکہ اس کی شادی ایک سکھ لڑکی سے ہوئی تھی۔ حقیقت رائے نے چونکہ اسلام دشمنی میں رسالت مآب ﷺ اور ان کے اہل بیت ؓ کے بارے میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا اور اس کی جان بخشی کی صورت اگرچہ یہ تھی کہ وہ تائب ہو کر اسلام قبول کرلیتا مگر اس نے اپنے دھرم کے مقابلہ میں اسلام کو ٹھکرا دیا اور جان کی بازی لگادی۔ لہٰذا ہندوؤں اور سکھوں نے اسے 'ہیرو' کا درجہ دے دیا۔

حقیقت رائے کے اس واقعہ سے قریب قریب سبھی اتفاق کرتے ہیں۔ تاہم اس کی تفصیلات میں اختلافِ رائے ہے۔ بعض مؤرخین کے بقول پنجاب میں بسنت کا میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ (جیسا کہ ہندو مؤرخ ڈاکٹر بی ایس نجار نے اپنی کتاب "Punjab Under the Later Mughals" کے ص ۲۷۹ پر لکھا ہے) جبکہ بعض کے نزدیک 'بسنت' میلہ اس سے بھی پہلے سے چلا آتا تھا جیسا کہ البیرونی کی کتاب الہند میں ہے لیکن جس روز حقیقت رائے کو پھانسی دی گئی، اتفاق سے وہ 'بسنت' ہی کا دن تھا۔ چنانچہ متحدہ پنجاب کے غیر مسلموں نے اس اتفاقی دن سے فائدہ اٹھایا اور جہاں حقیقت رائے کو پھانسی دی گئی تھی وہاں اس کا مزار بنا کر یہی تہوار وہ نئی آن شان سے منانے لگے بلکہ انہوں نے جشن کے طور پر پتنگ اڑانے شروع کردیئے۔ اس طرح بسنت اور پتنگ لازم و ملزوم

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہوتے چلے گئے......!

واضح رہے کہ متذکرہ جرم کے بعد حقیقت رائے کو پھانسی لاہور میں علاقہ گھوڑے شاہ میں 'سکھ نیشنل کالج' کی گراؤنڈ میں دی گئی۔ قیامِ پاکستان سے پہلے ہندوؤں نے اس جگہ یادگار کے طور پر ایک مندر تعمیر کیا لیکن یہ مندر آباد نہ ہوسکا اور قیام پاکستان کے چند برس بعد سکھ نیشنل کالج کے آثار بھی مٹ گئے اور اب یہ جگہ انجینئرنگ یونیورسٹی کا حصہ بن چکی ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، ۴ فروری ۱۹۹۴ئ)

بسنت کو ہندوؤں کے ہاں پہلے بھی مذہبی تہوار کی حیثیت حاصل تھی جبکہ حقیقت رائے کی پھانسی کے بعد اس میں مزید مذہبی رنگ شامل ہو گیا اور آج بھی اسے مذہبی حیثیت ہی سے منایا جاتا ہے۔ ایک صاحب کا آنکھوں دیکھا حال ملاحظہ فرمائیے:

> "بسنت تو ہندو کا ایک مذہبی تہوار ہے اور اس کے لئے خاص طور پر اہتمام کیا جاتا ہے، گذشتہ سال جنوری میں الٰہ باد (بھارت) کے مقام پر جو 'مہا کنبھ میلہ' ہوا تھا اس میں بڑے بڑے اچاریوں اور مہنتوں نے شبھ گھڑیوں کی تقسیم کی تھی۔ اس کے مطابق ۲۹ جنوری کے روز 'بسنت پنچمی' کا تہوار منوایا گیا تھا۔ میں نے خود اس روز اپنی آنکھوں سے دہلی کی پرانی سبزی منڈی کے پاس بسنت کا مذہبی جلوس دیکھا تھا جو کالی کے مندر کی طرف جارہا تھا۔ اسی طرح میں نے آگرہ کے ایک کالج کے پرنسپل سے بسنت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: بسنت پنچمی ماگھ یا پھاگون کے مہینہ میں منائی جاتی ہے۔ اس دن گاؤں گاؤں، شہر شہر میں جگہ جگہ میلے لگتے ہیں۔ کبڈی، ہاکی، فٹ بال اور کشتی وغیرہ کے کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ اس میں سرسوتی اور کالا دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔ بچے، بزرگ اور عورتیں وغیرہ پیلے کپڑے پہنتے ہیں۔ گھروں میں پیلا حلوہ اور پیلے چاول پکائے جاتے ہیں، بچے اور نوجوان پتنگیں اڑاتے ہیں، چاروں طرف خوشحالی اور خوشی کا ماحول رہتا ہے۔"

(رانا شفیق خاں پسروری، ہفت روزہ اہلحدیث بابت ۲۱/ فروری ۲۰۰۳ئ، ص ۱۹)

خلاصۂ کلام

پتنگ اور بسنت کے نام نہاد جشن بہاراں کے بارے میں گذشتہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ

① پتنگ سازی کا آغاز ہزاروں سال قبل مسیح ہوا جبکہ دنیا بھر میں اسے اصلاً تو تفریح کی غرض سے لیکن اس کے علاوہ اسے سائنسی تجربات، عسکری مقاصد، پیغام رسانی جیسے مفید کاموں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح مذہبی توہمات وغیرہ کے تحت بھی

© rasailojaraid.com

اسے منایا جاتا رہا ہے۔

② 'بسنت' ہندوؤں کا قدیم مذہبی تہوار تھا اور بالفرض اگر یہ علاقائی تہوار تھا تو تب بھی اسے غیر مسلم ہی مناتے تھے مزید برآں اس پر ہندوانہ عقیدہ کے مطابق موسموں کا مذہبی تصور غالب تھا۔

③ حقیقت رائے کے واقعہ نے اسے مزید مذہبی رنگ دے دیا۔

ویلنٹائن ڈے؛ عاشقوں کا تہوار

بسنت کا شرعی اعتبار سے جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ 'ویلنٹائن ڈے' کا تاریخی پس منظر بھی پیش کردیا جائے۔ کیونکہ پاکستان میں جس طرح بسنت اور ویلنٹائن ڈے کا 'ملاپ' ہوتا جارہا ہے اور دونوں تہواروں کے منانے کا انداز بھی ایک جیسا ہی ہے اسی طرح ان کی شرعی حیثیت بھی قریب قریب ایک ہی ہے۔

'ویلنٹائن ڈے' کیا ہے اور کس طرح یہ شروع ہوا؟ اس کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں تاہم ان میں یہ بات مشترک ہے:

”ویلنٹائن ڈے (جو ۱۴ر فروری کو منایا جاتا ہے) محبوبوں کے لئے خاص دن ہے۔“

(انسائیکلو پیڈیا بک آف نالج)

”اسے عاشقوں کے تہوار (Lover's Fesitival) کے طور پر منایا جاتا ہے۔“

(انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا)

اسے عاشقوں کے تہوار کے طور پر کیوں منایا جاتا ہے؟ اس کے بارے میں بک آف نالج کا مذکورہ اقتباس لائق توجہ ہے:

”ویلنٹائن ڈے کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا (Luper Calia) کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ 'ویلنٹائن' کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی ایک پراُمید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن ڈے والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیہ کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سکے گی۔ بعد

© rasailojaraid.com

ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کردیا۔"

('ویلنٹائن ڈے' از محمد عطاء اللہ صدیقی، ص ۳)

۱۴ فروری کا یہ 'یومِ محبت' سینٹ ویلنٹائن سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟ اس کے بارے میں محمد عطاء اللہ صدیقی رقم طراز ہیں:

"اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ (Nun) کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لئے نکاح ممنوع تھا۔ اس لئے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوشِ عشق میں یہ سب کچھ کر گزرے۔ کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اُڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کردیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو 'شہیدِ محبت' کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کردیا۔ چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال بھی عیسائی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیئے۔ بنکاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایک ایسی دکان کو نذرآتش کردیا جس پر ویلنٹائن کارڈ فروخت ہورہے تھے۔"

آج کل یورپ و امریکہ میں ویلنٹائن ڈے کیسے منایا جاتا ہے، اس کی تفصیلات کو جاننے کے لئے محترم صدیقی کا پیش کردہ درج ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

"ہمارے ایک فاضل دوست جو نہ صرف امریکہ سے بین الاقوامی قانون میں پی۔ ایچ۔ ڈی کرکے آئے ہیں بلکہ وہاں ایک معروف یونیورسٹی میں پڑھانے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں، انہوں نے اپنے چشم دید واقعات کی روشنی میں اس کا پس منظر بیان کیا کہ حالیہ برسوں میں امریکہ اور یورپ میں اس دن کو جوش و خروش سے منانے والوں میں ہم جنس پرستی میں مبتلا نوجوان لڑکے (Gay) اور لڑکیاں پیش پیش تھیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سان فرانسسکو میں ویلنٹائن ڈے کے موقع پر ہم جنس پرست خواتین و حضرات کے برہنہ جلوس دیکھے۔ جلوس کے شرکا نے اپنے سینوں اور اعضاے مخصوصہ پر اپنے محبوبوں کے نام چپکا رکھے تھے۔ وہاں یہ ایسا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

دن سمجھا جاتا ہے جب 'محبت' کے نام پر آوارہ مرد اور عورتیں جنسی ہوسنا کی کی تسکین کے شغل میں غرق رہتی ہیں۔ جنسی انار کی کا بدترین مظاہرہ اسی دن کیا جاتا ہے۔'' (ایضاً: ص ۳ تا ۴)

پاکستان میں گذشتہ دو تین سالوں سے اسے کس انداز میں منایا جارہا ہے اس کا اندازہ ۱۴ فروری سے ایک دو روز آگے پیچھے کے کسی بھی قومی اخبار پر سرسری نگاہ ڈال کر کیا جاسکتا ہے۔ ایک تازہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

راقم کے ایک دوست نے بتایا کہ ۱۴ فروری ۲۰۰۴ئ (ہفتہ) کو جب میں اپنے کام سے واپس گھر آرہا تھا تو راستے میں ایک جگہ میں نے دیکھا کہ ۲۵،۳۰ نوجوان جنھوں نے سرخ قمیصیں / شرٹیں پہن رکھی ہیں اور ہاتھوں میں گلاب کے پھول اٹھا رکھے ہیں، ایک سادہ مزاج آدمی کو پیٹ رہے ہیں۔ میں نے انہیں سمجھانے اور روکنے کی کوشش کی تو وہ مجھے بھی دھکے مارنے لگے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ نوجوانوں / مستانوں کی ٹیم ویلنٹائن ڈے منانے کے شوق میں راہ گزرتی خواتین کو تنگ کرنے اور پھول پیش کرنے کا مظاہرہ کررہی تھی۔ اس شخص نے انہیں ایسی فحش حرکتیں کرنے سے منع کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں یہ سب اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس نے کہا: ''میں نے سوچا کہ پولیس کو فون کیا جائے مگر قریب کہیں فون کی سہولت میسر نہ تھی۔ پھر میں اس معمولی واردات کو نظر انداز کرکے آگے بڑھ گیا۔''

اگرچہ بظاہر یہ واقعہ چھوٹا ہوگا مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ سرکاری سطح پر اگر ایسے اقدامات کی روک تھام نہ کی گئی تو آئندہ چند برسوں میں جنسی انار کی اور اباحیت کا ایک نہ تھمنے والا سیلاب اس معاشرے کی رہی سہی اسلامی اقدار بہا لے جائے گا۔

بسنت اور ویلنٹائن ڈے کی شرعی حیثیت

بدعتی تہوار

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بسنت اور ویلنٹائن ڈے الگ الگ قوموں کے دو تہوار ہیں۔ بسنت ہندوؤں کا اور ویلنٹائن ڈے عیسائیوں کا۔ ہندوؤں کے ہاں بسنت میں مذہبی رنگ بھی شامل ہے جبکہ عیسائیوں کے ویلنٹائن ڈے کو ان کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ تاہم اباحیت کی جو تحریک مغرب میں عروج پر ہے، اس کے مقابلہ میں اس فحش تہوار پر کسی قسم کی قدغن لگانا خود عیسائی مذہب کے 'ذمہ داروں' کے لئے ممکن نہیں۔

© rasailojaraid.com

اب رہی یہ بات کہ ایک مسلم معاشرہ غیر مسلم تہواروں کو منانے کی گنجائش رکھتا ہے یا نہیں؟ تو مذہبی نقطہ نظر سے اس کا جواب نفی میں ہے۔ کوئی شخص سفلی خواہشات کی تکمیل کے لئے ان تہواروں میں شرکت کرنا چاہے تو کرے لیکن اگر کوئی نام نہاد دینی رہنما یہ دعویٰ کرے کہ دین اسلام بھی اس معاملہ میں اس کی پشت پناہی کرتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے خوشی کی غرض سے دو تہوار (عیدین) مقرر کئے جبکہ باقی تمام تہواروں کی آپؐ نے ممانعت فرمادی۔ آپؐ کے بعد کسی کو یہ اتھارٹی حاصل نہیں کہ وہ کسی اور تہوار کو اسلام کا حصہ بنائے۔ سیکولر طبقہ نے علاقائی رواج اور تہواروں میں اصولی فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے کئی ایک شبہات پیدا کئے ہیں جن کا ازالہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس اُصولی فرق کو واضح نہ کردیا جائے۔

تہوار اور رسم ورواج میں فرق

ہر قوم اور معاشرے میں کچھ روایات خالصتاً اچھی ہوتی ہیں اور کچھ بری اور کچھ ایسی بھی جن میں خیر و شر کا اختلاط ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر قوم کے کچھ تہوار بھی ہوتے ہیں جن میں قوم کا ہر فرد شریک ہوتا ہے خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ روایات اور تہواروں کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر جاننے کے لیے ہم تہواروں سے بات شروع کرتے ہیں۔

دیگر اقوام کی طرح اہل عرب بھی کئی ایک تہوار منایا کرتے تھے مگر آنحضرت ﷺ نے ان کے کسی تہوار کو اپنایا اور نہ اہل ایمان کو ان میں شرکت کی کبھی اجازت دی۔[1] تاہم خوشی اور تفریح

---

[1] البتہ دعوت و تبلیغ کے لیے غیر مسلموں کے تہوار میں لوگوں کے اکٹھ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپؐ شرکت فرمالیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عوف بن مالک سے مروی ایک روایت میں ہے کہ یہودیوں کے ایک تہوار (عید) کے موقع پر آپؐ نے ان کے کنیسہ میں تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا اور وہاں آپؐ نے انہیں تبلیغ فرمائی...... پھر واپس تشریف لے آئے۔ (دیکھئے: مسند احمد ۶/۲۵، حاکم ۳/۴۱۵، مجمع الزوائد ۷/۱۰۵) بعض لوگ غیر مسلموں کے تہواروں میں آنحضرت کی اس طرح کی شرکت سے بسنت میلہ منانے کا جواز کشید کرنے کی ناروا کوشش کرتے ہیں حالانکہ غیر مسلموں کے کسی تہوار میں تبلیغ کے لیے شرکت کرنے اور اسے انہی کے ڈھب سے منانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اسی طرح بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ عکاظ کے میلے میں شرکت فرماتے تھے جب کہ اس کا انتظام وانصرام کفار مکہ کے پاس تھا۔ لہٰذا کفار کے میلوں میں شرکت جائز ٹھہری'' حالانکہ یہاں بھی وہی کج فہمی ہے جو اوپر والی صورت میں ہے۔ یعنی کسی تہوار میں لوگوں کے اجتماع سے کوئی تبلیغی فائدہ اٹھانا اور بات ہے اور اس کو منانے کے لیے اس میں عملاً شرکت کرنا اور بات۔ یوں بھی عکاظ ان معنوں میں کوئی دینی تہوار یا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کے جذبات چونکہ انسانی فطرت کا حصہ ہیں جنہیں کچلا نہیں جاسکتا، اس لیے آپ نے جاہلانہ تہواروں کے بر عکس مسلمانوں کے لیے دو مستقل تہوار مقرر فرمادیئے جن میں عبادت (نماز)

ثقافتی میلہ نہیں تھا بلکہ دراصل یہ تجارتی بازار تھا۔ اسی لیے روایات میں اس کے بارے میں 'سوق عکاظ' کے الفاظ ملتے ہیں اور یہ تجارتی بازار مکہ مکرمہ میں حرمت والے مہینوں میں منعقد ہوتا تھا اس کے علاوہ نہیں۔ اس لیے کہ اس دور میں لوٹ مار اور قتل وغارت گری ایک پیشہ تھا اور سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے اس کا سدباب ممکن نہ تھا، لہٰذا باہر سے جو تجارتی قافلہ بھی مکہ کے قرب وجوار سے گزرتا اسے لوٹ لیا جاتا، اسی خوف سے لوگ اپنا مال لے کر مکہ کا رخ نہیں کرتے تھے مگر حرمت والے مہینوں میں چورڈاکو چونکہ اس طرح کا کوئی ارتکاب نہیں کرتے تھے اس لیے ان ایام میں یہ تجارتی بازار خوب گرم ہوتا اور حج کیلئے دنیا بھر سے لوگ اپنے مال واسباب کے ساتھ یہاں جمع ہوتے۔ اس دور کے مخصوص دینی نظریات وتصورات کی رو سے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اس تجارتی میلہ میں جوا، شراب اور زناکاری وغیرہ جیسے اخلاق سوز مظاہر بھی دیکھنے میں آتے ہوں کیونکہ یہ سب چیزیں ان کی ثقافت کا حصہ بن چکی تھیں اور آنحضرت ﷺ اس میں اگر کبھی شریک ہوئے تو محض تبلیغ کیلئے نہ کہ ان کے اس حیاباختہ ثقافت کو فروغ دینے کیلئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے غالب آجانے کے بعد تجارتی شکلوں میں تو ارتقا ہوا مگر جرائم اور بے حیائی کا ذریعہ بننے والی تمام صورتوں کا سدباب ہو گیا۔ ممکن ہے کہ موسم حج میں حاجیوں کو تجارت کی اجازت مل جانے کی وجہ سے یہ تجارتی بازار آہستہ آہستہ حج کی صورت بڑھنے والی تجارتی آمدورفت میں ہی ضم ہو گیا ہو۔ حج کا موجودہ اجتماع بھی اس لحاظ سے مکہ مکرمہ کی تجارتی درآمد وبرآمد میں غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے اور موجودہ سعودی عرب کی حکومت کے مالی استحکام میں حج کے دوران ہونے والی عالمی پیمانے کی تجارت کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ الغرض عکاظ کے بازار کو بسنت کے حالیہ تہوار سے تشبیہ دینا سوءِ فہم کا نتیجہ ہے، نبی اکرم ﷺ کے بازار عکاظ میں تبلیغی مقاصد کے لیے جانے سے بسنت کے تہوار کے جائز ہونے پر استدلال قیاس مع الفارق ہے۔

④ بعض لوگ حضرت عائشہ کے ساتھ نبی کریمؐ کا حبشیوں کی کھیل کود اور بھاگ دوڑ کے مقابلوں کو دلچسپی سے دیکھنے پر بھی یہ دعویٰ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اسلام میں کھیل کود کے لیے میلوں ٹھیلوں کی گنجائش ہے۔ یہاں بھی دو باتوں کو خلط ملط کرکے یہ لوگ اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام کو تفریح سے دشمنی نہیں اور صحت مند تفریح کی اسلام یقیناً حوصلہ افزائی کرتا ہے، لیکن بسنت اور ویلنٹائن ڈے پر کھیل ہونے کی حیثیت سے ہی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ مذہبی طبقہ جس بنیاد پر ان کی مذمت کرتا ہے وہ کھیل کود کی بجائے غیر اسلامی تہوار اور مغرب کے فاسقانہ تصورِ محبت کو فروغ دینا ہے۔ لاہور میں 'میلہ مویشیاں' کے نام سے سالہا سال سے جو تفریحی پروگرام منعقد ہوتے ہیں، مذہبی طبقہ نے اس پر کبھی حرمت اور غیر مسلموں کی مشابہت کا حکم نہیں لگایا۔ گو کہ اس میں اب تفریح کی بعض ایسی صورتیں آہستہ آہستہ جڑ پکڑ رہی ہیں جو اسلام کے تصور تفریح کے منافی ہیں۔ مثلاً بینڈ باجے، مرد وزن کا اختلاط اور بے پردگی، اسراف کا پہلو بھی ان میں توجہ کا متقاضی ہے جبکہ بسنت اور ویلنٹائن ڈے تفریح کے علاوہ اور بہت کچھ اپنے جلو میں ساتھ لے کر آتے ہیں، جن سے ہماری دینی اَساس اور معاشرتی روایات کو بہت سے خطرات لاحق ہیں!!

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اور ذکر الٰہی کا اہتمام بھی ہوتا اور کھیل کود کا مظاہرہ بھی[۲]۔ یہ باتیں مستند کتب احادیث کی روایات سے ثابت ہیں۔ انہی میں سے ایک روایت کو امام نسائی نے اپنی سنن میں 'جاہلانہ تہوار' کے عنوان کے تحت اس طرح بیان کیا ہے:

حضرت انس ؓ بن مالک سے مروی ہے کہ دورِ جاہلیت میں مدینہ کے لوگ سال میں دو تہوار منایا کرتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو (صحابہ کرام ؓ سے) فرمایا: «وقد أبدلکم الله بهما خیرا منهما: یوم الفطر ویوم الأضحی»

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں تہواروں کے بدلہ میں دو اور تہوار عطا کردیئے ہیں جو ان سے بہتر ہیں اور وہ ہیں: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔" (صحیح سنن نسائی: ۱۴۶۵)

اس روایت میں مدینہ کے غیر مسلموں کے دو تہواروں کا ذکر ہے روایات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے علاقائی تہوار تھے اور ان میں مذہبی رنگ شامل نہیں تھا مگر اس کے باوجود آپ نے انہیں اپنی امت کے لیے ناجائز قرار دے دیا اور اگر ان میں مذہبی رنگ بھی شامل ہوتا تو پھر ان کی ممانعت اور قوی ہوجاتی۔ بلکہ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب کے بعض تہوار ایسے بھی تھے جن میں مشرکانہ عقائد کی شکل میں ان کا مذہبی رنگ بھی شامل تھا یہ تہوار 'عرس' کی شکل میں مختلف دنوں میں منائے جاتے تھے جیسا کہ معروف مؤرخ جناب شبلی نعمانی اپنی سیرت النبیؐ میں امام ابن اسحاق کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

"ایک دفعہ کسی بت کے سالانہ میلہ میں ورقہ بن نوفل، عبد اللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث، زید بن عمرو بن نفیل شریک تھے۔ ان لوگوں کے دل میں دفعتاً یہ خیال آیا کہ یہ کیا بیہودہ پن ہے کہ ہم ایک پتھر کے سامنے سر جھکاتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ کسی کا نقصان کرسکتا ہے نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔" (ج۱؍ص۸۷)

یہ اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے پھر یہ حضرات موحدانہ تعلیمات پر مبنی دین کی تلاش کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے بعد کیا ہوا اس کی تفصیل مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ بتوں کے ناموں پر بھی عرب میں عرس منائے جاتے تھے مگر آپؐ نے ان کی پوجا پاٹ اور نذر ونیاز وغیرہ کے لیے کبھی ان میں شرکت نہ فرمائی بلکہ آپؐ نے چونکہ مشرکانہ عقائد کی سخت تردید فرمائی اور فتح مکہ کے بعد ان تمام بتوں کو نذر آتش کروا دیا، اس لیے یہ مذہبی عرس اور تہوار بھی اپنی موت آپ مر گئے۔

© rasailojaraid.com

ان تہواروں کے حوصلہ شکنی میں آپؐ کتنے حساس تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ کے پاس ایک صحابیؓ آیا اور کہنے لگا کہ میں نے 'بوانہ' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی ہے (کیا میں اسے پورا کروں؟) آپؐ نے فرمایا: کیا دورِ جاہلیت میں وہاں کسی بت کی پوجا تو نہیں ہوا کرتی تھی؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا: «**هل كان فيها عيد من أعيادهم؟**» "کیا وہاں مشرکین کے تہواروں رمیلوں میں سے کوئی تہوار تو منعقد نہیں ہوا کرتا تھا؟" اس نے کہا: نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ "پھر اپنی نذر پوری کرو کیونکہ جس نذر میں اللہ کی نافرمانی کا عنصر پایا جائے اسے پورا کرنا جائز نہیں۔" (ابوداؤد:۳۳۱۳)

گویا آپؐ نے سائل سے جو دو باتیں پوچھیں، یہ دونوں گناہ کی صورتیں تھیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک صورت بھی ہوتی تو آپؐ نے اس صحابی کو اپنی نذر پوری کرنے سے ضرور منع کردینا تھا۔ گویا غیر مسلموں کے تہواروں کو منانا تو بہت دور کی بات، جہاں وہ تہوار منایا کرتے تھے وہاں کوئی ایسا کام کرنا جو ان کی مشابہت کا شک پیدا کرے وہ بھی آنحضرت ﷺ کے نزدیک جائز نہیں۔

آپ کے بعد صحابہ کرام نے بھی غیر مسلموں کے تہواروں کے بارے میں یہ تصور قائم رکھا مثلاً عہدِ خلافتِ راشدہ میں جب ایران فتح ہوا تو صحابہ کرامؓ نے وہاں کے آتش پرستوں کے مروّجہ تہواروں کو کسی رنگ میں بھی اختیار نہیں کیا۔ بلکہ آتش پرست اگر اپنے تہوار مناتے تھے، تو وہ بھی از راہِ معاہدہ چاردیواری میں یہ تہوار منانے کے پابند تھے۔ اس تاریخی حقیقت سے سیکولر طبقہ چشم پوشی کررہا ہے مثلاً 'بسنت' کے حامی ایک صاحب لکھتے ہیں: "ایران میں اشاعتِ اسلام کے بعد بھی 'نوروز' کا تہوار منایا جاتا۔ علما اس کی حوصلہ افزائی تو نہ کرتے تھے لیکن کچھ زیادہ حوصلہ شکنی بھی نہیں" ('بسنت' کالم نگار ہارون الرشید، روزنامہ جنگ، ۲۱/ فروری ۲۰۰۴ء)

اس سے ہمیں اختلاف نہیں کہ اشاعتِ اسلام کے بعد بھی ایران میں نوروز کا تہوار منایا جاتا رہا، مگر اصل سوال یہ ہے کہ اسے منانے والے کون تھے؟ کیا فاتح مسلمان بھی یہ تہوار مناتے تھے؟ اگر ایسا ہے تو پھر کسی ایک صحابی یا تابعی ہی کا موصوف نام بتا دیں جو اس تہوار میں شریک ہوئے؟ اگر آج کے نام نہاد مسلمان 'نوروز' مناتے ہیں تو یہ ان کی جہالت و سرکشی اور ہوائے نفس کا نتیجہ ہے ورنہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے نہ اسلام کو حقیقی طور پر سمجھنے والے اوّلین گروہ (صحابہؓ) کے عمل سے اس کی کوئی تائید ہوتی ہے!

© rasailojaraid.com

یہ تو تھا تہواروں کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر اب آیئے معاشرتی روایات کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر معلوم کرتے ہیں:

ہم یہ ذکر کر چلے ہیں کہ ہر معاشرے میں کچھ عادات اور روایات اچھی، کچھ بری اور کچھ ملی جلی ہوتی ہیں ان کی امتیازی حیثیت کی وجہ سے انہیں 'رسومات' بھی کہا جا سکتا ہے اور بار بار ان کا اظہار ہوتے رہنے کی حیثیت سے انہیں 'رواج' کے لفظ سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔ ان روایات (یعنی رسم ورواج) وغیرہ کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر دو جملوں میں بیان کیا جا سکتا ہے یعنی 'خذما صفا ودع ما کدر' ...... ''جو اچھی چیزیں ہیں انہیں اختیار کرو اور جو بری ہیں ان سے اجتناب کرو'' یعنی اگر کسی معاشرے کی کوئی روایت رواج یا رسم اچھی ہو اور اسلامی مزاج کے منافی نہ ہو تو اسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک صاحب نے عرب معاشرے کی جودوسخا کا ذکر کرتے ہوئے جو یہ کہا ہے: ''ایک روایت کے مطابق دس روز تک خود آنجناب کے لیے اس گھر سے کھانا بھیجا گیا'' تو اس روایت کے حوالے سے اس بات سے قطع نظر کہ سیرت کی مستند کتابوں میں اس کا کہیں ذکر ہے بھی یا نہیں۔ ہم یہ واضح کرنا چاہیں گے کہ جودوسخا عرب معاشرے کی ایک اچھی روایت تھی جسے آپؐ نے نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اپنے متعدد فرامین میں اس کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ مگر یہ کوئی تہوار نہیں تھا کہ اس بنیاد پر ہم غیر اسلامی تہواروں کا جواز نکالنے بیٹھ جائیں!

اسی طرح عرب معاشرے میں رواج تھا کہ جب کسی مصیبت یا دشمن کی آمد وغیرہ سے لوگوں کو مطلع کرنا ہوتا تو ایک قاصد روانہ کیا جاتا جو اپنے اونٹ کو زخمی کرتا، کپڑوں کو پھاڑتا، سر میں خاک ڈالتا اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر یا صباحاہ! یا ویلاہ! وغیرہ کی الفاظ بلند کرتا جسے سن کر تمام لوگ اپنے کام کاج چھوڑ کر جمع ہو جاتے۔ خود نبی اکرمؐ نے بھی اس مفید رواج سے بوقت ضرورت فائدہ اٹھایا مگر اس میں موجود غیر اخلاقی حرکتوں (یعنی جانور زخمی کرنے، کپڑے پھاڑنے وغیرہ) کو اختیار نہ کیا۔

اسی طرح وہ معاشرتی روایات جو سراسر شر پر مبنی تھیں انہیں آپ ﷺ نے اختیار نہ فرمایا بلکہ ان کی ہر طرح سے حوصلہ شکنی فرمائی مثلاً اس دور میں رواج تھا کہ باپ کی منکوحہ بڑے بیٹے کو وراثت میں ملتی۔ غیر مرد کا نطفہ لینے کے لیے بیوی سے بدکاری کروائی جاتی (جسے ہندومت میں 'نیوگ' کہا جاتا ہے) بچیوں کو زندہ درگور کیا جاتا......وغیرہ آپ نے شر پر مبنی

© rasailojaraid.com

یہ تمام رسومات اور رواج ختم کر دیئے۔

معلوم ہوا کہ معاشرتی روایات اگر اچھی ہوں اور اسلام کے منافی نہ ہوں تو انہیں اختیار کیاجاسکتاہے مگر کسی تہوار کے بارے میں اسلام کا یہ نظریہ نہیں ہے۔ لہٰذا اسلام کے صرف دو ہی تہوار (عیدین) ہیں اس کے علاوہ کسی اور تہوار کو اسلام میں داخل کرنا 'بدعت' کے مترادف ہے خواہ وہ تہوار بسنت اور ویلنٹائن ڈے کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں۔

تہوار کے بارے میں اس سخت موقف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ تہوار چونکہ کسی قوم کی شان وشوکت کے مظہر اور قومی وحدت کا شعار ہوتے ہیں جن میں اس قوم کا تشخص دوبالا ہوتا ہے اسلام اپنا ایک برتر تشخص اور الٰہی تصور وفلسفہ رکھتا ہے۔ جس میں کسی غیر قوم کے قومی شعارات کی کوئی گنجائش نہیں۔

علاقائی ثقافت اور مذہب میں فرق

رسم اور تہوار کے اس اُصولی فرق کی توضیح کے بعد ہم ایک اور اصولی غلطی کی نشاندہی کرناچاہتے ہیں۔ اول الذکر غلط فہمی کی طرح یہ غلط فہمی بھی سیکولر طبقہ کی پیدا کردہ ہے۔ اس غلط فہمی کو ایک سیکولر کالم نگار نے اس انداز میں پیش کیا ہے:

> "بعض لوگ معترض ہیں کہ بسنت کا تہوار مذہبی طور پر 'حرام' ہے حالانکہ کسی بھی علاقہ کی ثقافت کا مذہب سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں سب سے بڑی مشکل اور ہماری سوچ کا اندوہناک پہلو یہ ہے کہ ہم نے آج تک مذہب اور ثقافت میں پائے جانے والے بنیادی فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔"
>
> ('بسنت، لاہور کا ثقافتی تہوار' از نذیر احمد چوہدری ص ۲٦)

موصوف کی یہ بات کہ "کسی بھی علاقہ کی ثقافت کا مذہب سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا" محل نظر ہے کیونکہ:

① علاقائی ثقافت تو وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ تبدیل یا ارتقا پذیر ہوتی رہتی ہے جبکہ مذہب بالخصوص دین اسلام اپنی محکم روایات اور اصول واقدار رکھتا ہے جس میں علاقائی تبدیلیاں اس انداز سے ہرگز اثر انداز نہیں ہوسکتیں کہ اس کے ان بنیادی احکام ہی کو ردوبدل کا نشانہ بناڈالیں بلکہ اگر عملاً مذہب ہی ردّوبدل کا شکار ہوجائے تو وہ اپنی الہامی حیثیت کھو دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

② مذہب اور ثقافت کا ٹکراؤ خود واقعاتی طور پر ثابت ہے۔ مثلاً 'ویلنٹائن ڈے' جس نے مغربی ثقافت کی اہمیت حاصل کرلی ہے، عیسائی مذہب اس کے خلاف ہے۔ اسی طرح جب مسلمان برصغیر میں آئے تو یہاں کی ثقافت اسلامی اصولوں کے خلاف تھی۔ بیوہ کو ستی کرنا، گائے کا پیشاب پینا اور گوشت کو حرام سمجھنا، میت کو نذر آتش کرکے دریا برد کرنا، کرپال پہننا، بندیا لگانا اور ایسی ہی سینکڑوں باتیں جو برصغیر کی علاقائی ثقافت کا حصہ تھیں اور اب بھی جزوی تبدیلیوں کے باوصف حصہ ہیں، اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی تھیں چنانچہ غیرت مند مسلمانوں نے ان تمام چیزوں سے اجتناب کیا۔

③ اگر مذہب اور ثقافت میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا تو پھر مسلمانوں کو فوری طور پر ان تمام ہندوانہ چیزوں کو اپنا لینا چاہئے تھا یا کم از کم جو لوگ اس کے حق میں ہیں انہیں تو ہندوانہ لباس پہن کر، بندیا لگا کر اور کرپال ڈال کر اس کا فخریہ اظہار کرنا چاہئے!

④ اگر علاقائی کلچر مذہب کے منافی نہیں ہوتا یا مذہب علاقائی کلچر کو من وعن اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے تو پھر لامحالہ دو صورتیں پیدا ہوں گی: ایک تو یہ کہ اس سے مراد خاص علاقائی کلچر ہے اور دوسری یہ کہ اس سے ہر خطے کا علاقائی کلچر مراد ہے۔ اول الذکر صورت میں ضرورت ہے کہ اسلام صرف عربوں کا دین ٹھہرے اور اسے آفاقی حیثیت سے محروم کردیا جائے۔ ثانی الذکر صورت میں یہ دین اکبری کی طرح محض 'ملغوبہ' بن جائے گا کہ جس علاقے میں بھی یہ پہنچے وہاں کی ثقافت اور علاقائی کلچر میں ڈھل جائے اور اس طرح اس کی وہ امتیازی حیثیت از خود فنا ہوجائے گی جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا اور جس امتیازی حیثیت کو منوانے کے لئے مال وجان کی بے پناہ قربانیاں اور صبر واستقامت کی لازوال داستان ہمارے اسلاف نے رقم کی ہے، وہ پامال ہوجائے گی۔

دراصل ہندومت میں مذہب و ثقافت تقریباً مدغم ہیں۔ جن چیزوں کو ان کے ہاں علاقائی ثقافت کا درجہ حاصل ہے وہی ان کے مذہب کی تائید لئے کھڑی ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کی شادی بیاہ کی رسومات کی مثال بڑی واضح ہے جبکہ مغربی معاشرے میں پاپائیت کی شکست کے بعد مذہب کو ثانوی حیثیت دے دی گئی ہے۔ لیکن اسلام کا معاملہ بالکل منفرد ہے۔ دین اسلام اوّل تو آخری الہامی دین ہے اور پھر اس کے اصول وضوابط کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ یہ تاقیامت پیش آنے والے تمام مسائل کا حل پیش کرنے اور راہِ عمل متعین کرنے کی صلاحیت

© rasailojaraid.com

رکھتا ہے۔اس کے اصول و ضوابط منجانب اللہ طے ہیں۔ جن کی روشنی میں کسی بھی علاقائی مسئلہ اور زمانی واقعہ کا تجزیہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ علاقائی ثقافت کے معاملے میں بھی اسلام ہی کسوٹی ہے جس پر ہر مشتبہ چیز کو تولا اور حق و باطل میں نکھار پیدا کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ ہر بندے کے کرنے کا کام نہیں بلکہ اس کا حق وہی لوگ رکھتے ہیں جو راسخ فی الدین علما ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ 'بسنت علاقائی تہوار ہے' اس میں کوئی شک نہیں بلکہ خود موصوف نے یہ تسلیم کیا ہے کہ "بسنت بنیادی طور پر ہندوؤں کا تہوار ہے مگر مسلمانوں نے اس میں دلچسپی لینا شروع کردی۔" (ص:۱۸) لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے اصل سوال یہ ہے کہ اسلام اس علاقائی ہندوانہ تہوار (جس میں ان کا مذہبی رنگ بھی شامل ہے) کو منانے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اُصولی لفظوں میں ہم دے چکے ہیں کہ "اسلام دو تہواروں (عیدین) کے علاوہ کسی اور تہوار منانے کی ہر گز اجازت نہیں دیتا خواہ وہ مذہبی تہوار ہو یا علاقائی!"

واقعاتی حقائق بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ جب سرزمین ہند پر مسلمانوں نے قدم رکھے تو یہاں بھی بیسیوں تہوار، سینکڑوں رسوم وروایات، اور ہزاروں بدعات و خرافات تھیں، مگر مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی مسلم شناخت برقرار رکھنے کی کوشش کی اور ان تہواروں سے اپنے آپ کو دور رکھا۔

اسی طرح ایک صاحب نے حسین بن منصور حلاج کے حوالے سے جو یہ بات ذکر کی کہ انہوں نے کہا: "میرا نوروزا بھی نہیں آیا؟" تو ان کے یہ کہنے سے 'نوروز' یا کسی اور تہوار کا جواز آخر کیسے نکل آیا؟ اس سلسلہ میں واضح رہے کہ اگر کسی زمانہ یا علاقہ میں مسلمانوں کے بعض افراد یا حکمران طبقہ کسی غیر اسلامی تہوار یا غیر اسلامی رسوم وروایات پر عمل پیرا ہوجائے تو اس سے وہ غیر اسلامی تہوار یا رسم و رواج اسلامی نہیں بن جائیں گے۔ کیونکہ اسلام وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے محمد عربیؐ پر مکمل کردیا گیا۔ بعد کے ادوار میں خود مسلمانوں کے اعمال جیسے تیسے بھی ہوں، ان کو پرکھنے کی کسوٹی قرآن وحدیث ہے نہ کہ بعض مسلمانوں کا طرزِ عمل!

تہواروں، میلوں ٹھیلوں کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر تو اوپر واضح ہوچکا کہ اسلام صرف دو تہواروں کی اجازت دیتا ہے اور ان کے علاوہ کوئی تہوار خواہ اس کی نوعیت مذہبی ہو یا علاقائی، تاریخی ہو یا موسمی، اسلام اسے غلط قرار دیتا ہے۔ لیکن ان حقائق اور اصولی باتوں کے باوجود اگر کوئی صاحب یہ دعویٰ کریں کہ "بسنت میلہ منانے سے کون سا اسلامی ضابطہ مجروح

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے؟'' تو پھر ان کی اس سوچ پر ماتم ہیکیا جاسکتا ہے۔

ان تہواروں کے غیر اسلامی ہونے کی وجوہات اخلاقی اور سماجی بھی ہیں، مثلاً:

فحاشی و بے حیائی کی ترویج اور جنسی بے راہ روی

اسلام ایک مقدس دین ہے جو پاکیزہ اقدار ہی کو فروغ دیتا ہے جبکہ ان تمام ذرائع ووسائل کا بھی دروازہ بند کرتا ہے جو معاشرتی استحکام میں رخنہ اندازی کا باعث ہوں۔ اسی لئے فحاشی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالاٰخِرَةِ}(النور:١٩) ''یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش (و بے حیائی) پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔''

بسنت اور ویلنٹائن ڈے دونوں ہی فحاشی و بے حیائی کے فروغ کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ ویلنٹائن ڈے تو ہے ہی فحاشی کا دوسرا نام جبکہ بسنت میلہ جس کا اکٹھ ویلنٹائن ڈے سے خود بخود ہوتا جارہا ہے، بھی مسلم معاشرے کو سفلی خواہشات، جنسی انارکی اور اباحیت کی طرف دھکیل رہا ہے۔ جب بسنت کے موقع پر ہر دوسرے گھر سے فحش گانوں کی صدائیں بلند ہورہی ہوں اور بسنت نائٹ کے موقع پر ملک کا نودولتیا طوائفوں کی 'خدمات' حاصل کرکے طوفانِ بدتمیزی بھی پیدا کررہا ہو تو ڈر لگتا ہے کہ نجانے کب اللہ کے عذاب کا بھی سنگین کوڑا اس اُمت پر برس پڑے جو عاد و ثمود اور قومِ لوط پر برسا تھا!!

غیر مسلموں سے مشابہت

مسلمانوں کے دینی شعار اور ثقافتی طور طریقے اپنے ہیں جن میں غیر مسلموں کی نقالی ومشابہت سے بچنے کا پرزور حکم دیا گیا ہے۔ حدیثِ نبوی ہے: «من تشبه بقوم فهو منهم» ''جس نے غیر مسلموں کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔'' (ابوداؤد:۴۰۳۱)

مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنی دینی روایات کا تحفظ کرسکیں جبکہ تمام اچھی چیزیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں مثلاً مفید سائنسی ایجادات وغیرہ خواہ وہ کافروں ہی سے کیوں نہ ملیں، اسلام ان کے استفادہ سے ہرگز منع نہیں کرتا مگر ان نام کے مسلمانوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو غیر مسلموں کی دین و اخلاق سے عاری عادات کو تو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں لیکن جو جدید ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی ان سیلینی چاہیے اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتے......!!

© rasailojaraid.com

اب ویلنٹائن ڈے کے موقع پر اجتماعی شادیوں کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے۔ اجتماعی شادی کا رواج غیر شرعی تو نہیں لیکن اسے ویلنٹائن ڈے کے ساتھ ملانا مناسب نہیں۔ اسی طرح میاں بیوی کا آپس میں تحائف کا تبادلہ اور خوشی و محبت کا اظہار یقیناً مستحب ہے مگر ویلنٹائن ڈے کی مناسبت سے آپس میں تحائف کا تبادلہ کرنا اور خاص اسی روز ایک دوسرے کو پھول پیش کرنا غیر مسلموں کی نقالی کے پیش نظر نامناسب ہے لہٰذا ایسے موقع پر اس طرح کے عمل سے اجتناب ضروری ہے۔

پتنگ بازی سے انجانی ہلاکتیں اور معاشی نقصانات

کسی اجتماعی پروگرام کے انعقاد میں فتنہ و فساد یا معصوم لوگوں کی ہلاکت کا معمولی اندیشہ بھی ہو تو ہماری حکومت ایسے پروگرام کے انعقاد کی بالکل اجازت نہیں دیتی۔ واقعتا امن عامہ کے قیام کا یہ اہم تقاضا ہے لیکن بسنت میلہ کے موقع پر ان گنت ہلاکتوں کا نہ صرف یقینی خدشہ ہوتا ہے بلکہ یہاں ہر سال اس موقع پر بیسیوں انجان ہلاک ہو جاتے ہیں وہاں سینکڑوں افراد زخمی بھی ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود 'بسنت میلہ' پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی بلکہ المیہ یہ ہے کہ گزشتہ سال پتنگ بازی پر پابندی تو عائد کی گئی مگر عین بسنت کے موقع پر پورے ایک ماہ کے لئے یہ پابندی اٹھالی گئی پھر جب بسنت اپنے یقینی نقصانات اور بے شمار ہلاکتوں کے ساتھ روانہ ہو گئی تو دوبارہ اس پر پابندی عائد کر دی گئی۔

راہ جاتے ہمارے سامنے موٹر سائیکل سواروں کے گلے پر ڈور پھرنے اور شہ رگ کٹنے سے سڑک پر تڑپ تڑپ کر جان دینے کے جو واقعات رونما ہو رہے ہیں، ان کا تسلسل تو سارا سال ہی جاری رہتا ہے جس کے پیش نظر ضروری ہے کہ پورے سال کے لئے اس خونی کھیل پر پابندی لگا دی جائے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ گردن کٹنے کا معاملہ دھاتی یا کیمیکل ڈور سے پیش نہیں آتا بلکہ شیشے کی مانجھا لگی ڈور ہی گردن کاٹنے کا ذریعہ بنتی ہے اور دکانوں پر دستیاب ہر ڈور پر یہ مانجھا لگا ہوتا ہے بلکہ جس ڈور پر مانجھا نہ لگا ہو، اسے ڈور ہی نہیں کہا جاتا۔

اسی طرح واپڈا اور لیسکو کا جو نقصان پتنگ بازی میں دھاتی تار کے استعمال سے ہوتا ہے وہ ایک الگ داستان ہے۔ علاوہ ازیں پتنگ بازی کے کھیل میں جو باہمی لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں وہ اس پر مستزاد ہیں۔ مذکورہ بالا نقصانات کے پیش نظر اس کھیل کی کسی طور اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

پتنگ بازی کے حامی بعض افراد یہاں یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ ان نقصانات کا کوئی اور حل نکالنا چاہئے نہ کہ پتنگ بازی کی تفریح کو بند کر دیا جائے۔

بظاہر تفریح کا پہلو درست نظر آتا مگر یہاں صورت حال یہ ہے کہ پتنگ بازی سے پیدا ہونے والے مضر اثرات اتنے شدید ہیں کہ جب تک کہ خود پتنگ بازی پر پابندی نہ لگائی جائے ان نقصانات کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً لاہور شہر کے تمام راستے اور سڑکیں دن رات زیر استعمال رہتی ہیں اور پورا شہر آباد ہے جبکہ لاہور کے کسی بھی علاقے میں خواہ اندرونِ شہر موجود پارک اور کھلے میدان ہی کیوں نہ ہوں، پتنگ بازی کی وجہ سے کٹنے والی پتنگوں کی ڈوریں لامحالہ ان راستوں اور سڑکوں پر گریں گی جہاں سے موٹر سائیکل سواروں کی جانیں مسلسل خطرے میں رہیں گی۔ اس کا تو آخری حل یہی تجویز کیا جاسکتا ہے کہ سائیکل اور موٹر سائیکل سواری ہی پر پابندی لگا دی جائے!!

فضول خرچی

اگر کسی موقع پر غیر ضروری خرچ کیا جائے تو اسے 'اسراف' کہتے ہیں یا ایسی جگہ پر خرچ کیا جائے جہاں خرچ ٹھیک نہیں تو اسے 'تبذیر' کہا جاتا ہے۔ قرآن و سنت میں اسراف و تبذیر (یعنی فضول خرچی کی ہر صورت) کی سخت مذمت کی گئی ہے مثلاً قرآنِ مجید میں ہے:

{وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ} (الاعراف:۳۱)

"(اے بنی آدم!) کھاؤ، پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں فرماتا جو حد سے تجاوز کرتے ہیں۔"

دوسری جگہ فضول خرچی کی مذمت میں اس سے بھی سخت انداز اختیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: {وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوْرًا} (الاسرائ:۲۶،۲۷) "فضول خرچی نہ کرو، یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔"

یہ تو تھا اسراف و تبذیر کے بارے میں قرآنِ حکیم کا حکم، اب ان آیات کی روشنی میں آپ پاکستانی مسلمانوں کی موجودہ روش کا جائزہ لیں جہاں ایک طرف ویلنٹائن ڈے اور بسنت میلہ کے مسرفانہ تہواروں پر کروڑوں روپے نذر کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف ملکی معیشت کی ابتری کا یہ حال ہے کہ پاکستان کا ہر نومولود عالمی بنکوں کا مقروض بن کر اس سرزمین پر آنکھ کھولتا ہے۔

© rasailojaraid.com

اسی طرح پاکستان کا چالیس فیصد طبقہ وہ ہے جو خطِ غربت کے نیچے زندگی بسر کررہا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں دوشیزائیں ایسی ہیں جو والدین کی دہلیز پر محض اس لئے بوڑھی ہورہی ہیں کہ ان کے والدین ان کے نکاح کا واجبی خرچہ بھی نہیں رکھتے۔ اسی طرح ہزاروں ماں باپ ایسے ہیں جو وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے اپنی اولاد کو تعلیم دلوانے سے قاصر ہیں۔ ان گنت افراد ایسے ہیں جن کے پاس روزگار کے مواقع نہیں اور بے شمار گھرانے ایسے ہیں جنہیں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ غربت و جہالت، بے روزگاری اور دیگر معاشرتی پریشانیوں سے اہل پاکستان کو آگاہ کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، اس لئے ان کے تذکرہ سے مقصود صرف یہ ہے کہ بسنت میلہ پر روپیہ ضائع کرنے والے اس طرف توجہ دیں اور اپنی رقم کو وہاں خرچ کریں جہاں اس کے خرچ کی اشد ضرورت ہے اور یہی خرچ دنیا میں باعث برکت اور آخرت میں باعث اجر و ثواب بھی ہے۔

حق داروں کی حق تلفی

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر بہت سے حقوق ہیں۔ جنہیں حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ مسلم معاشرے میں ان حقوق کی پاسداری کی حد سے زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے۔ مگر بسنت میلہ کے موقع پر ان حقوق کی صریح پامالی ہوتی ہے۔ ہماری آبادیاں 'میدانِ جنگ' کا منظر پیش کررہی ہوتی ہے، بجلی کی باربار ٹرپنگ، فائرنگ، دھماکوں اور باجوں کا کان پھاڑتا شور، اور ہوہو کا ایسا عالم چوبیس گھنٹوں کے لئے برپا ہوتا ہے کہ عام آدمی کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے جب کہ بیماروں کی زبانیں بددعاؤں کے لئے مجبور ہوجاتی ہیں۔ مگر بسنت کے شیدائیوں اور مست حال اوباشوں کو اس کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ اگر یہ مسلمان ہیں تو انہیں نبی اکرم ﷺ کے ان فرامین کو غور و فکر سے بار بار پڑھنا چاہیے:

«المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده» (بخاری:۱۰)

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''

«من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره» (بخاری:۶۰۱۸)

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔''

تفریح کے لیے پتنگ بازی کا مسئلہ

اگر یہ مان لیا جائے کہ پتنگ بازوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جو اسے مذہبی

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

رنگ میں نہیں بلکہ تفریحی انداز پر مناتے ہیں تو اس لحاظ سے بظاہر پتنگ بازی ایک کھیل معلوم ہوتا ہے مگر پھر بھی اسے دوسرے کھیلوں کی طرح حدود وقیود کا پابند بنانا ہوگا۔ بلکہ دنیا کے وہ ممالک جہاں اسے ایک کھیل کی حیثیت حاصل ہے وہاں اس کی سخت شروط وقیود لاگو ہیں جن کی خلاف ورزی کی صورت میں سخت سزائیں دی جاتی ہیں ۔شرعی اور اقتصادی نقصانات سے قطع نظر پتنگ بازی کے کھیل کے لیے یہ پابندی ضروری ہے کہ مقامی اور عوامی مقامات کی بجائے آبادی سے دور کھلے میدانوں اور دریاؤں یا سمندروں کے ساحلوں پر اس کا اہتمام کرلیا جائے۔ اس لئے اگر کوئی من چلا اسے کھیل سمجھتے ہوئے اپنا شوق پورا کرنا ہی چاہتا ہے تو اسے آبادی اور آمدورفت کے مقامات سے دور کہیں جنگل میں یا دریا کے کنارے بھیج دینا چاہئے تاکہ وہ اپنا شوق بھی پورا کرلے اور کسی معصوم جان کا ضیاع بھی نہ ہو اور عام شہریوں کے سکون میں خلل بھی واقع نہ ہو۔

تعلیم یافتہ دین دار بچیوں کے لئے رشتے درکار ہیں!

اسلام آباد میں مقیم دینی وعلمی گھرانے کی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شعبہ تدریس سے وابستہ بچیوں (عمر ۲۵ سے ۳۰ سال) کے لئے اعلیٰ تعلیم اور دینی رجحان وجذبہ رکھنے والے موزوں رشتے درکار ہیں۔ ذات برادری کی قید اور تعصب سے بالا افراد کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: اے، رحمن اسلام آباد موبائل 0333-5134371 abdur_r@hotmail.com

دعائے صحت کی درخواست

نامور عالم دین، مصنفِ کتب کثیرہ، تحریک المجاہدین کے سابق امیر مولانا خالد سلفی گرجاکھی اپنے عمر کے قریباً ۸۵ سال سے تجاوز کرچکے ہیں اور ان دنوں انتہائی علیل ہیں۔ قارئین سے ان کیلئے دعاؤں کی درخواست ہے۔ (مولانا محمد بن خالد گرجاکھی، گوجرانوالہ)

❀ محترم **محمد عطاء اللہ صدیقی** چند سالوں سے طبی عوارض سے دوچار ہیں، فروری کا پورا مہینہ ان کی صحت شدید متاثر رہی ہے، جس کے دوران مطالعہ اور لکھنے کا کام بالکل بند ہوگیا۔ الحمدللہ اب چند دنوں سے صحت قدرے بحال ہے، قارئین ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرسکیں۔ (ادارۂ محدث)

www.KitaboSunnat.com